شرعی حدود اور اسلام کا نظام شہادت

مولانا سید اخلاق حسین قاسمی دہلوی

شریعت اسلامی (قرآن ' حدیث اور اجماع) میں جن سنگین جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں ان سزاؤں کو اسلامی حدود کہا جاتا ہے' اور وہ سنگین جرائم سات ہیں :(۱) زنا (۲) چوری (۳) تہمتِ زنا یعنی قذف (۴) رہزنی (۵) بغاوت (۶) شراب نوشی (۷) قتل ـ

(۱) زنا اور بدکاری کی دو صورتیں ہیں --- ایک یہ کہ کنوارے مرد اور عورت بدکاری کریں ـ اس صورت میں دونوں مجرموں کو سو' سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ قرآن کریم میں یہ سزا واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ (النور۔۲) دوسری صورت' شادی شدہ مرد و عورت کے ارتکابِ جرم کی ہے۔ اس صورت میں دونوں مجرموں کو سنگسار کیا جائے گا۔ یہ سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث' آپؐ کی سنّت اور صحابۂ کرامؓ کے تعامل سے ثابت ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۸) ----- ایک قلیل گروہ (خوارج اور منکرینِ حدیث) اس سزا کو حدود میں شامل کرنے سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ اسے تعزیر قرار دیتا ہے' یعنی جو لازمی نہیں بلکہ قاضیٔ شریعت کی صوابدید پر موقوف ہے۔

(۲) چوری کی سزا قطعِ ید (ہاتھ کاٹنا) ہے جو قرآن کریم میں واضح ہے (المائدہ۔ ۳۸)

(۳) قذف کی سزا اسی کوڑے ہیں --- اس کی بھی قرآن میں تصریح ہے (النور۔ ۴)

(۴) رہزنی اور (۵) بغاوت کے لئے قرآن میں "محاربہ" کے الفاظ ہیں اور اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں --- (ا) رہزنی و ڈکیتی (ب) سیاسی بغاوت و خروج (ج) مذہبی بغاوت و ارتداد۔ جرم کی نوعیت کے مطابق ان جرائم کی چار سزائیں مقرر کی گئی ہیں : (۱) قتل (۲) سولی (۳) قطعِ ید (۴) جلا وطنی (المائدہ۔ ۳۳)

(۶) شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے ہیں اور یہ سزا اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

(۷) قتل کی چند صورتیں ہوتی ہیں ----- (۱) قتلِ عمد: اس میں قصاص یعنی جان کے

بدلے جان کا قانون اطلاق پذیر ہوتا ہے۔ یا پھر اگر مقتول کے ورثاء آمادہ ہوں تو دیت یعنی خون بہا لے کر قاتل کی جان بخشی کرسکتے ہیں (البقرہ۔ ۱۷۸) (ب) قتلِ خطا: اس میں خون بہا ادا کرنے کے علاوہ بطورِ کفّارہ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا یا دو مہینہ کے مسلسل روزے رکھنا ہیں۔ (النساء۔ ۹۲)(ج) شبہِ عمد: یعنی کسی معمولی چیز کے ذریعہ حملہ کیا جبکہ نیت قتل کرنے کی تھی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کا حکم بھی قتلِ خطا کا ہے۔ اگر دھار دار آلہ سے حملہ کرتا تو وہ قتلِ عمد ہوتا۔

قتل کو فقہ کی کتابوں میں حدود میں شامل نہیں کیا گیا' حالانکہ اس کی سزا قرآن میں مذکور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لحاظ سے جرائم کی تقسیم کی ہے۔ فقہاء کے نزدیک قتل کے جرم میں حق العباد کا پہلو غالب ہے' اس لئے اس جرم کو "جنایت" کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے اور اسے صاحبِ حق (یعنی مقتول کے وارث) معاف کرسکتے ہیں' بخلاف دوسرے چھ جرائم کے --- ان جرائم میں فقہاء کے نزدیک حق اللہ کا پہلو غالب ہے اور ان میں شریعت (حکومتِ اسلامی) مدّعی ہوتی ہے اور مجرموں پر شرعی حدود نافذ کی جاتی ہیں۔ بعض فقہاء نے شریعت میں سزاؤں کے مقرر ہونے کے لحاظ سے تقسیم کی ہے اور اس صورت میں قتل بھی حدود اللہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

اصطلاحِ فقہی میں حدود کے مقابلہ میں تعزیر آتی ہے۔ مذکورہ جرائم جو لائقِ حد ہیں' اگر شرعی ثبوت اور شرعی شہادتوں سے ثابت نہ ہوں تو پھر حدود ساقط ہوجاتی ہیں اور حدود کی جگہ قاضیٔ شریعت اپنی صوابدید کے مطابق جرم کی نوعیت کو دیکھ کر مناسب سزائیں تجویز کرتا ہے۔ ایسی سزائیں تعزیری سزائیں ہیں۔

شریعتِ اسلامی میں شہادت کا نظام

بعض نام نہاد دانش ور اسلامی سزاؤں کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ سزائیں دورِ وحشت کی یادگار ہیں اور اسلام نے عہدِ جاہلیت کے انسان کو جرائم سے بچانے کے لئے اس قسم کی دردناک سزائیں تجویز کی تھیں جو آج کے مہذب دور کے لئے مناسب معلوم نہیں ہوتیں ---- لیکن شرعی سزاؤں کے بارے میں یہ تأثر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب

ان جرائم کے ثبوت کے لئے شریعت نے جو شرائط مقرر کی ہیں اور ثبوتِ جرم کے لئے گواہیوں کا جو نہایت سخت ضابطہ مقرر کیا ہے وہ نظروں کے سامنے نہیں ہوتا۔ذیل میں حدود اللہ کے ثبوت و قرار کے لئے شہادت اور اعترافِ جرم کی جو تفصیلات ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں۔ان کے مطالعہ کے بعد حدود اللہ پر دورِ وحشت کی سزاؤں کی پھبتی کسنا کہاں تک عقل و ہوش کی بات ہے؟--اس کا فیصلہ عقلِ سلیم رکھنے والے اہل علم پر چھوڑا جاتا ہے، جو ہر قوم میں موجود ہیں۔

گواہوں کے لئے عدالت کی شرط

شریعتِ اسلامیہ میں (زنا اور قذف کے علاوہ)عام معاملات میں دوگواہوں کی گواہی ضروری ہے اور دونوں کا مرد ہونا بھی ضروری ہے۔اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔زنا اور قذف کے معاملہ میں چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔گواہوں کیلئے لازمی شرط عدالت ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو شخص کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے، حرام مال نہ کھائے، حرام کاری نہ کرے،صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے، بے شرم نہ ہو، وہ عادل ہے۔صفتِ عدالت کی روشنی میں فقہ کی کتابوں میں حسب ذیل آدمیوں کی گواہی کو معتبر نہیں مانا گیا:

۱) نابالغ کی گواہی۔
۲) پاگل اور دیوانہ کی گواہی۔
۳) گونگے آدمی کی گواہی، کیونکہ شہادت کے لئے زبانی اقرار ضروری ہے۔
۴) اندھے آدمی کی گواہی۔
۵) جس شخص پر حدِ قذف لگ چکی ہو خواہ وہ توبہ کرلے، اسکی گواہی۔
۶) زنانہ اور مخنث کی گواہی۔
۷) ناچنے گانے والے کی گواہی۔
۸) ملزم کے ساتھ جسکی پرانی دشمنی ہو اسکی گواہی۔
۹) شراب نوشی کے عادی کی گواہی۔
۱۰) پیشہ ور مسخرے کی گواہی۔

۱۱) جمعہ و جماعات کے تارک کی گواہی۔
۱۲) ہجو گو شاعر کی گواہی۔
۱۳) حمام میں ننگا ہو کر غسل کرنے والے کی گواہی' کیونکہ وہ بے شرم ہے۔
۱۴) شطرنج اور چوسر کھیلنے والے کی گواہی جو اس شغل میں نماز قضا کر دے۔
۱۵) اسلاف پر لعن طعن کرنے والے کی گواہی۔
۱۶) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شوہر کی شہادت بیوی کے حق میں یا اس کے برعکس ـــــ یا باپ دادا اور پردادا کی شہادت بیٹے' پوتے کے حق میں یا اسکے برعکس قبول نہیں کی جاتی۔
۱۷) شریک کی شہادت شریک کے حق میں یا اجیر کی شہادت مستأجر کے حق میں یا خادم کی مخدوم کے حق میں یا وکیل کی مؤکّل کے حق میں قبول نہیں کی جاتی۔
۱۸) زنا کے کیس میں عورت کی شہادت معتبر نہیں۔
۱۹) سماعی شہادت (شہادت علی الشہادۃ) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک معتبر نہیں' بلکہ عینی شہادت معتبر ہے۔
۲۰) وقت گزرنے کے بعد جو شہادت دی جائے وہ معتبر نہیں۔
۲۱) زنا کے کیس میں چار گواہ ضروری ہیں۔ ان چار میں سے دو گواہ کہیں کہ زنا بالجبر تھا اور دو کہیں کہ رضامندی کے ساتھ تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت سے حد ساقط ہوگی لیکن مرد پر جاری کی جائے گی کیونکہ مرد کے فعلِ زنا پر چاروں گواہ متفق ہیں۔
۲۲) اگر زنا کے کیس میں چار گواہوں سے کم گواہ ہوں' مثلاً تین ہوں یا دو یا ایک ہو تو ان پر حدِ قذف جاری ہوگی' یعنی ان گواہوں پر تہمت کی حد جاری ہوگی۔
۲۳) امام ابو حنیفہ کے نزدیک زنا کے کیس میں چاروں گواہوں کا بیک وقت عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے' ورنہ ان کی شہادت قبول نہ ہوگی۔
۲۴) اگر قاضی اور حاکم نے کسی کو زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تب بھی وہ اپنے علم کی بنیاد پر حد جاری نہیں کر سکتا۔
۲۵) دارالحرب میں اگر کوئی مسلمان حد لگنے والے جرائم کا ارتکاب کرے تو اس پر حد

جاری نہیں ہوگی۔

اقرارِ جرم

زنا کے جرم میں اگر زانی اور زانیہ اقرار کرلیں تب بھی جرم ثابت ہو جائے گا اور یہ اقرار چار دفعہ کرنا ہوگا۔ شراب نوشی کے جرم میں مجرم کا ایک دفعہ اقرار کافی ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو مرتبہ اقرار ضروری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شراب کی بدبو دور ہو جانے کے بعد کوئی اقرار کرے تو شراب کی حد (اسی کوڑے) جاری نہیں ہوگی۔ امام محمدؒ کے نزدیک اقرار کسی حالت میں بھی کرے، حد جاری ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نشہ کی حالت پر گواہی کافی ہے۔ امام شافعیؒ اسے ضروری نہیں سمجھتے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی عذرِ شرعی (بیماری) کی وجہ سے شراب پی ہو یا اسے جبری طور پر پلادی گئی ہو۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہی اس پر دی جائے گی کہ میں نے اسکے منہ میں شراب کی بدبو سونگھی۔ دو گواہوں میں اگر شراب پینے کی جگہ اور وقت کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ان قانونی مسائل میں فقہاء کا اختلاف تشریحی اور اجتہادی اختلاف ہے جو ایک مکمل اور جامع قانون میں فطری بات ہے۔

بقیہ: حکمت اقبال

بے شک توحید کا مطلب خدا کو ایک ماننا ہے لیکن چونکہ مومن خدا کے پیغام کی تبلیغ کے لیے مکلف ہے لہٰذا خدا کو ایک ماننے میں خدا کو ایک منوانا بھی شامل ہے۔ خدا کو ایک ماننے سے خودی اپنی محبت اور قوت کے کمال پر پہنچتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو پھر اس کی محبت اور قوت کا مصرف سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اس طلسم رنگ و بُو کو، جسے کائنات کہتے ہیں اور جو خدا دشمنی اور بُت پرستی کے ساتھ ہم معنی ہو گیا ہے، توڑ کر خدا کو ایک منوائے۔ توحید کا مطلب یہی تھا، لیکن افسوس کہ ہم مسلمانوں نے اسے اس طرح سے نہیں سمجھا۔

خودی سے اس طلسمِ رنگ و بُو کو توڑ سکتے ہیں یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا!